**OPEN ACCESS**
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 119-133

# اسلام میں صوفیانہ فکر: عہد بہ عہد ارتقا کا جائزہ

# Sufi thought in Islam an Analysis of Periodical Evolution

**Zeeshan Sara**

Assistant Professor

Department of Islamic Studies, Molana Azad National Urdu University, Haider Abad, India

**Abstract:**

Tasawwuf is a part of Islamic knowledge which emphasizes on the spiritual development and training of Muslim. The main objective of Tasawwuf is the selfpurification, cleanliness of heart and development of consciousness of Allah. Through submission to the Shariah and Sunnah. The Sufis also adopted this thinking in their spiritual life. The exact origin of Tasawwuf has different its existence in different thinker. Some sources state that the Tasawwuf is the inner dimensions of the teachings of the Holy Prophet (SAW) where others say that the Tasawwuf emerged during the Islamic golden age from $8^{th}$ to $10^{th}$ centuries. But the Tasawwuf was found effectvily in all periods from the companions

of the Holy Prophet to modern age in all parts of the world. This thinking changed the life of Muslim towards the teaching of Islam.

تصوف کا موضوع ابتدائی دور سے ہی صوفیاء اور اہل علم ودانش کے ہاں موضوعِ بحث بنارہاہے۔ جہاں متعدد اہل علم نے اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، اور اسے اسلام کا ایک لازمی جز بتاتے ہوئے روح کی غذا اور اخلاقی تربیت کے لئے اہم عنصر قرار دیا ہے، وہیں کچھ اہل علم و فکرنے بعد کے ادوار میں تصوف میں در آنے والے دیگر ادیان کے اثرات و نظریات کے پیش نظر اس پر تنقید بھی کی ہے ، جبکہ بعض اہل علم کے نزدیک وہ یکسر غیر اسلامی قرار پایا ہے، کیو نکہ ان کے مطابق قرآن وحدیث میں' تصوف' کی بابت کوئی تعلیمات نہیں ملتیں۔

لیکن اگر تصوف کی تعلیمات کا قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیلی جائزہ لیا جائے تو بہ آسانی یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تصوف کچھ اور نہیں بلکہ وہی تعلیمات 'تزکیہ' ہیں جو قرآن مجید میں ملتی ہیں، اور عبادت کو معراج بندگی پر لے جانے والا وہی طریقہ 'احسان' ہے جس کا ذکر نبی محترم ﷺ کی احادیث شریفہ اور عملی زندگی میں ملتا ہے۔ان ہی تعلیمات نے گذرتے وقت کے ساتھ ایک باضابطہ علم اور ایک فن کی شکل اختیارکرلی ، اور 'تصوف 'کا سانچہ وجود میں آگیا۔ یہ اسی طرح ہوا جیسے 'فقہ اسلامی' عہد نبوی ﷺ سے موجود ہے لیکن اس وقت وہ موجودہ شکل و صورت میں ایک علم کی مانند نہیں تھا،بلکہ بتدریج اس نے فنی شکل اختیار کی۔

**تصوف کا مفہوم اور تعریف:**

لفظ' تصوف' کی اصل کے بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال و آرا ملتی ہیں۔بعض لوگوں کے نزدیک لفظ صوفی 'اصحاب صفہ' سے ماخوذ ہے، لیکن شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مطابق معنوی اعتبار سے تو لفظ 'صفہ' کا تصوف پر اطلاق ہوسکتا ہے لیکن لغوی اعتبار سے نہیں ہوسکتا"(۱)۔ بعض اہل علم اسے 'صف' سے مستنبط بتاتے ہیں؛ کیوں کہ صوفیا نماز میں 'صف اول' کااہتمام کرتے ہیں(۲)۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ

لفظ 'صفا' سے ماخوذ ہے ؛ کیونکہ صوفیا صفائی قلب و دل کا اہتمام کرتے ہیں۔ متعدد صوفیا اس رائے کے قائل ہیں جن میں شیخ بشر بن حارث الحافی(م ۲۲۷ھ)، شیخ علی ہجویری(م ۴۶۵ھ)اور شیخ زکریا انصاری(م ۹۲۶ھ) وغیرہ شامل ہیں۔

اس سلسلہ میں سب سے راجح بات یہ ہے کہ لفظ 'تصوف' دراصل " صوف " کے مادے سے تفعل کے وزن پر ہے۔ صوف کا معنی "اون " کے ہیں ،چونکہ صوفیا کرام دنیاوی اعتبار سے آرائش و زیبائش والا لباس ترک کرکے موٹا اونی لباس اختیار کر لیتے ہیں اور دنیا اور اس کی رنگینیوں سے کنارہ کش ہو کر خالق کی یاد میں اور اپنے نفس اور عوامی نفوس کی اصلاح وتربیت میں مصروف ہوجاتے ہیں اس لئے انہیں صوفی کہا گیا، اور ان کے علم کو تصوف کہا گیا۔ شیخ ابو نصر سراج طوسی (م۳۷۸ھ)کہتے ہیں کہ " میں نے انہیں ظاہری لباس کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ صوف انبیاء کرامؑ کا پہناوا ہے "(۳)۔ اسی طرح شیخ ابوبکر کلاباذی (م۳۸۰ھ )اپنی کتاب " التعرف لمذھب اہل التصوف " میں لفظ تصوف کے صوف سے ماخوذ ہونے پر اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں : " لباس کی وجہ سے ان کا نام صوفیہ پڑا کیونکہ صوفیہ نفس کی تسکین یا زیب وزینت کے لئے نرم لباس نہیں پہنتے بلکہ صرف سر کو چھپانے کے لئے بالوں کا کھردرا اور موٹا اونی لباس استعمال کرتے ہیں۔"(۴)

جس طرح لفظ تصوف کے ماخذ کی بابت ایک سے زائداقوال ملتے ہیں، اسی طرح تصوف کی معنوی تعریفیں بھی کئی طرح سے ذکر کی گئی ہیں۔ در اصل مختلف صوفیا نے اپنے اپنے احساسات اور ذوق کے مطابق تصوف کی تعریف بیان کی ہے ، اور ہر تعریف میں اس بات کا اظہار کیا گیاجوان کے نزدیک نفس کی اصلاح اور روح کی تربیت کے لئے مفیدتر ہے۔ صوفیہ اپنی اصلاح کے راستے میں جن تجربات،احوال او ر منازل سے گذرے ہیں ان کی روشنی میں بھی تصوف کی بابت انھوں نے اپنی آراء کا اظہار کیا۔ ایک صوفی ابراہیم بن المولدالرقی (م ۳۴۲ھ)نے تصوف کی سو(۱۰۰)سے زیادہ تعریفیں بیان

کیں (۵)۔اس طرح تصوف کی متعدد معنوی تعریفیں مختلف صوفیاء کے اقوال و آراء کی روشنی میں سامنے آئیں جو تصوف کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کرتی ہیں۔

ان قوال کی روشنی میں تصوف کے بارے میں جو بات نمایاں طور پر واضح ہوتی ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر عبد الحق انصاری اپنی کتاب ' تصوف اور شریعت' میں لکھتے ہیں : " تصوف کا تعلق دراصل انسان کے دل سے ہے، اس کا مقصد صبر ،توکل اور اخلاص جیسے فضائل ، خوف، خشیت اور محبت جیسی کیفیات ، دنیا سے بے رغبتی ، بے نیازی ، خاموشی اور خلوت نشینی جیسے رجحانات ، فقروفاقہ، عبادت وشب بیداری اور ذکر وفکر جیسے اعمال پیدا کرنا ہے تاکہ روح میں مطلوبہ صفات پیدا ہوسکیں "(۶)

چنانچہ شیخ جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ )نے بتایا کہ " تصوف اللہ تعالیٰ سے بے غرض محبت سے عبارت ہے " ۔اور ابو الحسین نوری (م۲۹۵ھ ) نے کہا کہ : " تصوف نہ تو رسوم واعمال کا نام ہے' نہ ہی علم کا ، یہ تو حُسن خُلق ہے "۔ اسی طرح ابو عبد اللہ النباجی کے مطابق : "تصوف کی مثال برسام کی بیماری کی طرح ہے جس کی ابتداء میں ہذیان ہوتا ہے اور جب یہ بیماری جڑ پکڑتی ہے تو آدمی کو گونگا کردیتی ہے "(۷)۔ اسی طرح صوفیا کرام کے بارے میں بہت ہی اہم قول ہمیں ذوالنون مصریؒ کا ملتا ہے،آپ فرماتے ہیں:"صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر چیز پر ترجیح دی"(۸)۔اگر چہ یہ تمام تعریفیں علاحدہ علاحدہ مفہوم رکھتی ہیں، لیکن سب سے زیادہ جامع اور فنی تعریف شیخ الاسلام امام زکریا انصاری (م ۹۲۹ھ)نے کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ :

> " تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعہ تزکیہ نفوس ، صفائی اخلاق اور ظاہر وباطن کو سنوارنے اور آباد کرنے کے احوال کو جانا جاتا ہے تاکہ ابدی سعادت حاصل ہوسکے " (۹)

اس میں نہ صرف جامع اور فنی حیثیت سے تصوف کی تعریف سامنے آئی ہے ،بلکہ اسے ایک علم کے طور پر بھی پیش کیا گیا ہے جو اپنے مقاصد کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

امام زکریا انصاری کا تعلق اگرچہ اس دور سے ہے جب کہ علم تصوف نے فنی شکل اختیار کرلی تھی، لیکن اس میں علم تصوف کو جن صفات سے موسوم کیا گیا وہ ان تعلیمات سے الگ نہیں ہیں جن کو قرآن وحدیث میں " تزکیہ اور احسان " کہا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام صوفیاء خصوصا دور اول کے صوفیا کرام نہ صرف اس بات پر متفق ہیں بلکہ اس پر اپنے دلائل بھی پیش کرتے ہیں کہ جس تصوف کے وہ قائل ہیں اس کی بنیاد کتاب وسنت ہی پر قائم ہے اور یہی اس کے اصل مآخذ ہیں۔

چنانچہ ہر دور کے صوفیا نے قرآن و سنت ہی کے سرچشمہ سے تصوف اور اس کی تعلیمات کو پیش کیا ہے، جس کا اظہار ان کے مندرجہ ذیل اقوال کے ذریعہ ہوتا ہے:

☆ ابو عبد اللہ سہل بن عبد اللہ التستری (م ۲۷۳ھ) کہتے ہیں :

" ہمارے طریقہ کے اصول سات ہیں : ۱) کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنا ، ۲) سنت کی پیروی کرنا، ۳) حلال کھانا، ۴) اذیت رسانی سے رکنا ، ۵) معصیتوں سے اجتناب کرنا، ۶) توبہ کرنا ، ۷) اور حقوق کی ادائیگی کرنا۔"(۱۰)

☆ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بن محمد البغدادی (م ۲۹۸ھ) فرماتے ہیں :

"ہمارا یہ علم (تصوف) کتاب و سنت سے مقید ہے، جس شخص نے قرآن وحدیث کے احکام نہیں سمجھے اور ان کا علم حاصل نہیں کیا، تصوف میں اس کی اقتداء نہیں کی جاسکتی " ۔(۱۱)

اسی طرح شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کا مشہور جملہ ہے کہ :" کل حقیقۃ رد تھا الشریعۃ فہی زندقہ" ہر وہ حقیقت شریعت جس کو رد کرتی ہے وہ زندقہ (گمراہی) ہے ۔(۱۲)

☆ ابو العباس احمد بن محمد بن سہل بن عطا (م۳۰۹ھ) پیروی سنت پر زور دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ:

" جو شخص اپنے آپ کو آداب شریعت کا پابند کردیتا ہے ، اللہ اس کے قلب کو نور معرفت سے روشن کردیتا ہے اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے اشرف کوئی مقام نہیں ، متابعت آپؐ کے اوامر ، افعال اور اخلاق سب میں ہے"۔(۱۳)

☆ شیخ عبد القادر جیلانیؒ (م۵۹۱ھ) کہتے ہیں:

"کتاب وسنت کو اپنے سامنے رکھو ، تفکر وتدبر کے ساتھ ان دونوں کا مطالعہ کرو اور انہی دونوں کو اپنا دستور العمل بناؤ اور قال وقیل اور ہوا وہوس سے دھوکہ نہ کھاؤ" (۱۴)۔"اگر دل میں کوئی خیال آئے یا کسی بات کا الہام ہو توانہیں کتاب و سنت پر پیش کرو"(۱۵)

یہ تمام اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ صوفیا جس تصوف کے قائل ہیں وہ در اصل قرآن وسنت کی ہی تعلیمات پر مبنی ہے

**اسلامی تصوف اور فلسفیانہ تصوف :**

اسلام اور تصوف کے ربط کے بارے میں مغرب کے اہل علم نے مختلف آراء پیش کی ہیں۔بعض عیسائی مستشرقین اور مغربی مفکرین صوفیا کے زہد و فقراورخلوت نشینی و رہبانیت کو عیسائیت سے ماخوذبتاتے ہیں، اور بعض تصوف کے استغراق اور فنا کو بدھ مت سے در آمد قرار دیتے ہیں۔کچھ لوگ اسے افلاطونی نظریہ سے متاثر بتاتے ہیں تو کچھ کے نزدیک وحدۃ الوجود کے نظریات ہندوستانی ویدانت سے متاثر ہیں۔تصوف کے اندر پائے جانے والے یہ افکار و نظریات خواہ جہاں سے بھی درآمد ہوئے ہوں ' یہ در اصل وہ ' فلسفیانہ تصوف' ہے جس پر ہی اہل علم کے زیادہ نقدو نظر ملتے ہیں، اس تصوف کے نمائندے ابن عربی اور ان جیسے نظریات کے حامل دیگر صوفیاہیں۔

ایک دوسرے نقطہ نظر کے مطابق تصوف خالصۃً اسلامی ہے اور وہ روح اسلامی کا معتبر اظہار ہے۔حضرت شیخ جنید بغدادیؒ کا نظریہ تصوف اسی رخ پر دلالت کرتا ہے ،

چنانچہ ان کے نزدیک تصوف آٹھ(۸) خصلتوں پر مبنی ہے اور وہ خصلتیں ایسی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی صفات ہیں، اور وہ ہی صوفیا کا بھی امتیاز ہے۔یہ درج ذیل ہیں :
۱)سخاوت حضرت ابراہیمؑ جیسی، ۲) رضا حضرت اسحاقؑ جیسی، ۳)صبر حضرت ایوبؑ جیسا، ۴)اشارہ حضرت زکریاؑ جیسا، ۵)قربت حضرت یحیٰ جیسیؑ، ۶)اون پوشی حضرت موسیٰ جیسیؑ، ۷)سیاحت حضرت عیسیٰؑ جیسی، ۸)اور فقر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا۔ (۱۶)

اس نظریہ کے مطابق جو تصوف کو خالص اسلامی قرار دیتا ہے' صوفیہ کا فقر وفاقہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی حیات سے مستفاد ہے ۔گوشہ نشینی کا جواز بھی شریعت میں موجود ہے اور اعتکاف اس کی خالص مثال دی جا سکتی ہے۔خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی سے پہلے غار حرا میں گوشہ نشینی اختیار کرتے تھے اور اپنے خالق اور مقصد پیدائش پر غورو فکر کیا کرتے تھے۔عبادت گزاری اور ذکر وفکر میں مشغول رہنے کی تعلیمات ہمیں حدیث نبویؐ میں بھی ملتی ہیں ،لیکن ساتھ ہی اس طرح عبادات واذکار ہوں کہ حقوق العباد بھی ادا ہوں اور انسان سماج سے کٹ نہ جائے جیسا کہ خود نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں کیا۔

یہی دوسرا نظریہ "اسلامی تصوف" سے موسوم کیا گیا۔اس کے نمائندے " امام غزالیؒ" اور ان سے پہلے کے صوفیا کرام ہیں۔امام غزالی کے بقول " اسلام کی صحیح تعبیر اس تصوف سے مختلف نہیں جو کبار صوفیا کے پاس ملتی ہے۔لہٰذا اسلام اور تصوف ایک ہوگئے "۔اسی تصوف کو سنی تصوف بھی کہا جاتا ہے۔

**تصوف قرآن وحدیث میں:**

جہاں تک قرآن وسنت سے تصوف کے ماخوذ ہونے کی بات ہے' تو اس بابت پچھلے صفحات میں متعدد صوفیا کے اقوال نقل کئے گئے ہیں ، اور یہ بات عیاں ہوئی کہ تصوف در اصل وہی تزکیہ واحسان ہے جس کا ذکر قرآن وحدیث میں آیا ہے۔

قرآن مجید میں لفظ " تزکیہ " متعدد مرتبہ استعمال ہوا ہے' جس کے معنی پاک کرنے، صاف کرنے اور بڑھانے کے آتے ہیں ، گویا تزکیہ ایسی چیز ہے جس کے ذریعہ انسان کے نفس، اس کے مال اور اس کے احوال وغیرہ کو پاک کیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ کا لفظ بھی اسی سے نکلا ہے ، چنانچہ ارشاد ہے :

"یمحق اللہ الربا و یربی الصدقات" (۱۷)

( اللہ ربا کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے )

دوسری جگہ نبی پاک ﷺ کی بعثت کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے ان میں ایک مقصد تزکیہ بتایا گیاہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلو علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین" (۱۸)

( وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ یقینا یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے )

گویا تزکیہ ایسی صفت ہے جو انسان کی باطنی برائیوں اور خرابیوں کو دور اور ان سے پاک کرتی ہے ، اور انسان کے نفس کو اعلیٰ ترین اخلاق سے آراستہ کرتی ہے۔ اس کی بے شمار عملی مثالیں ہمیں نبی کریم ﷺ کی سیرت اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں ملتی ہیں، جس کے نتیجہ میں ایسا صالح پاکیزہ معاشرہ وجود میں آیا جس کی مثال ہمیں کہیں نہیں ملتی۔ اس طرح تصوف کے لئے " تزکیہ نفس " کی اصطلاح اتنی ہی عام اور مشہور ہوچکی ہے جتنی خود تصوف کی اصطلاح ہے۔

اسی طرح احادیث میں ہمیں ایسے اوصاف کا تذکرہ ملتا ہے جن کی تعلیمات قرآن مجید کی تعلیمات تزکیہ کے مماثل بلکہ اس کی تشریح نظر آتی ہیں۔ اگرچہ تصوف کوئی شرعی اصطلاح نہیں ہے لیکن اسے 'احسان' سے موسوم کیا جائے تو بجا ہوگا۔

تصوف کو احسان کہنے کی وجہ وہ حدیث ہے جس میں احسان کی تشریح حضور ﷺ نے ان الفاظ میں فرمائی۔جب حضرت جبریل علیہ السلام نے ان سے سوال کیا:

"مجھے احسان کے بارے میں بتایئے"، تو حضورؐ نے فرمایا: "احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ یقینا تمہیں دیکھ رہا ہے"(۱۹)

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ حدیث تصوف کے اصل معنی ومطلب کو بیان کرتی ہے، تصوف کی تمام مستند کتابوں میں بھی اس سے استدلال کیا گیا ہے۔

پس تصوف وسلوک یا احسان وتزکیہ ان باطنی صفات کا نام ہے جن کا تذکرہ اور حکم قرآن میں اور رسول ﷺ کی عملی زندگی میں ملتا ہے۔زہد واستغنائ، طلب رضائے الہی، ایثار وسخاوت ، خشوع وخضوع ،سادگی و صفائی،عاجزی و انکساری، انابت وتضرع ، دنیا کی دلچسپیوں سے بیزارگی اور دنیا کی عارضی زندگی پر آخرت کی ترجیح اور اس طرح کی دوسرے باطنی کیفیات ہی اصل تصوف ہیں جو نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہاں موجود ہیں ، اور یہی اہل تصوف کی زندگی کا نچوڑ ہیں۔

**تصوف واحسان مختلف ادوار میں :**

جس طرح فقہ ،سیرت اور دیگر علوم ہر دور میں بتدریج آگے بڑھتے گئے اور باضابطہ علم و فن کی شکل اختیار کرلی،ایسے ہی تصوف بھی مختلف ادوار سے گذرتے ہوئے ایک باضابطہ علم کی شکل اختیار کرگیا۔مختلف اہل علم نے ان ادوار کی تشریح مختلف انداز میں کی ہے، جو اس طرح ہیں:

پہلادور :یہ بعثت نبویؐ سے خلافت راشدہ تک کا ہے ، اس دور میں قرآن وحدیث کی تعلیمات پر عمل کاپورا اہتما م تھا ، لوگ شریعت کے احکام پر عمل کرتے، اورتواصی بالحق وتواصی بالصبریعنی باہم حق اور صبر کی تلقین کے ذریعہ ایک دوسرے کی اصلاح کرتے اور اخلاق حمیدہ کو اپناتے ہوئے خود کو بری عادتوں سے دور رکھتے تھے۔شریعت کے ظاہری احکام کے ساتھ باطنی احکام کا بھی بھر پور خیال رکھتے تھے۔تصوف کا یہ دور احسان کا دور

کہلاتا ہے۔اس دور میں تصوف کی اصطلاحات جیسے وجد ،حال، صحو اور سکر جیسی کیفیات واصطلاحات نہیں تھیں۔بلکہ اس دور میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ظاہری و باطنی تعلیمات پر یکساں طور پر عمل کرتے تھے۔

دوسرا دور : یہ دور خلافت راشدہ کے بعد سے تیسری صدی ہجری کے آغاز تک کا ہے۔ اور سیاسی اعتبار سے بنو امیہ کا پورا دور اور بنو عباس کے عروج کا دور اس میں شامل ہے۔ تصوف کا یہ دور زھد کا دور ہے۔اوریہی تصوف کی تشکیل کا ابتدائی مرحلہ ہے۔اس میں تصوف نے باضابطہ فن کی شکل اختیار نہیں کی تھی البتہ مختلف روایات کی روشنی میں اسی دور میں پہلی خانقاہ قائم ہوئی۔یہ دور حضرت حسن بصریؒ(م ۱۱۰ھ)سے شروع ہوتا ہے جو ایک معروف اور ممتاز تابعی تھے۔اس دور میں " زھد " کے موضوع پر کتابیں بھی لکھی گئیں۔

تیسرا دور : یہ دور تیسری صدی کے آغاز سے چوتھی صدی کے اختتام تک کا ہے۔اور سیاسی اعتبار سے خلافت عباسی کا دور زوال ہے۔مختلف علاقوں میں چھوٹی چھوٹی خودمختار حکومتیں قائم ہوگئی تھیں جو اکثر اوقات ایک دوسرے سے دست وگریباں رہتیں، آپس کے اختلافات نے خانہ جنگیوں کو بھی جنم دے دیا تھا۔اس دور میں علمی دنیا میں فلسفہ کے عروج نے طرح طرح کے شکوک وشبہات پیداکردیئے تھے۔مختلف نظریات رکھنے والے فرقے وجود میں آچکے تھے جنہوں نے عقل کی بنیادوں پر مذہب کی تحقیق شروع کردی تھی جس نے نہ صرف علمی طبقہ میں بلکہ کسی حد تک عوامی میں بھی عقائد و نظریات کی گمراہی پھیلادی تھی۔

اس صورت حال نے صوفیانہ رجحان کو مزید جلا بخشی اور دنیا بیزار ی نے باضابطہ ایک تحریک کی شکل اختیار کرلی۔اس دور کے بزرگوں نے علم اور مذہب کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے بجائے دل کی کیفیات کی بنا پر انہیں روح میں اتارا،اور عقلیت پسندی کا مقابلہ عشق الٰہی سے کیا۔

اسی دور میں تصوف کی کتابیں تصنیف ہونا شروع ہوئیں اورپہلی مرتبہ ایسی کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں تصوف کے بنیادی تصورات ملتے ہیں ، ان میں اہم اور مشہور حارث بن اسد محاسبیؒ (م ۲۴۰ھ)کی کتاب " الرعایۃ لحقوق اللہ" ہے جو تصوف کی سب سے قدیم ترین دستیاب کتاب مانی جاتی ہے، اس کے مضامین میں تصوف کے علوم اورانسانوں کی اصلاح نیز قرب الٰہی اور رضائے الٰہی حاصل کرنے اور اس کی تربیت سے گذرنے کے موضوع پر انتہائی قیمتی گفتگو کی گئی ہے۔اسی طرح ابو نصر سراج طوسیؒ (م ۳۷۸ھ)کی کتاب " اللمع فی التصوف" بھی بہت اہم مانی جاتی ہے۔

اس دور کے مشہور صوفیا میں حارث محاسبی ، جنید بغدادی ، ذوالنون مصری، ابوسعید خراز ، معروف کرخی ، ابو یزید بسطامی، سہل بن عبداللہ اور ابو نصر سراج طوسی۔وغیرہ شامل ہیں۔اس دور کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسی زمانے میں تصوف کی اصطلاحات مقبول ہونی شروع ہوئیں اور صوفیا کے حلقے وجود میں آئے جن میں نفس کا تزکیہ اور۔اصلاح باطن پر زور دیا جاتا تھا۔

چوتھا دور : یہ پانچویں صدی کے آغاز سے ساتویں صدی کے اختتام تک کا ہے۔اس دور میں تصوف نے باضابطہ منظم تحریک کی شکل اختیار کرلی ،اسی دور میں تصوف کے مشہور ومعروف سلسلے بھی وجود میں آئے، ایسے چند سلسلے اور ان کے بانی مندرجہ ذیل ہیں :

| | |
|---|---|
| سلسلہ قادریہ | شیخ عبد القادر جیلانیؒ |
| سلسلہ سہر وردیہ | شیخ شہاب الدین سہروردی |
| سلسلہ رفاعیہ | شیخ سید احمد الرفاعی |
| سلسلہ چشتیہ | شیخ ابواسحاق چشتی |
| سلسلہ نقشبندیہ | شیخ بہاء الدین نقشبندی |
| سلسلہ شاذلیہ | شیخ ابو الحسن علی شاذلی |
| سلسلہ یسویہ | شیخ احمد یسوی |
| سلسلہ بدویہ | شیخ احمد بدوی |

سلسلہ رومیہ/جلالیہ مولاناجلال الدین رومی

سلسلہ فردوسیہ شیخ نجم الدین کبریٰ فردوسی

اور اسی دو ر میں تصوف کے موضوعات پرباضابطہ مختلف کتابیں لکھی جانے لگیں، جن میں تصوف ایک فن بن کر ابھرا۔مختلف مؤلفین نے اپنی اپنی آراء اور نظریات کے مطابق تصوف کی تعلیمات کی تشریح کی ، تصوف کی مخصوص اصطلاحات بھی ان کتابوں میں ذکر کی گئیں۔ایسی چند معروف کتابیں یہ ہیں :

| | |
|---|---|
| الرسالۃ القشیریہ | شیخ ابوالقاسم القشیری |
| عوارف المعارف | شیخ شہاب الدین سہروردی |
| کشف المحجوب | شیخ علی بن عثمان الھجویری |
| فتوح الغیب | شیخ عبد القادر جیلانیؒ |
| فتوحات مکیۃ ، فصوص الحکم | شیخ محی الدین ابن عربی |
| الاربعین فی التصوف | شیخ امام غزالی |
| منازل السائرین | شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری |
| قوت القلوب | شیخ ابو طالب مکی |
| التعرف لمذہب اہل التصوف | شیخ ابو بکر کلاباذی |

تصوف کے ان سلسلوں میں سے ہر سلسلہ نے اپنے قواعد وضوابط مقرر کئے، اورعبادت و مراقبے کے مختلف اطوار اپنائے گئے، گرچہ ان تمام سلسلوں کا مقصد ایک ہی تھا لیکن ان کے ظاہری آداب واصول میں بعد میں‌کافی اختلافات پیدا ہوئے۔دھیرے دھیرے مختلف فلسفیانہ نظریات کی بھی ان میں آمیزش ہوتی گئی اور تصوف کے حوالے سے مختلف نظریات سامنے آئے جن میں سے بعض قرآن وحدیث کی تعلیمات سے قریب تر تھے تو بعض میں یونانی فلسفے کی آمیزش تھی ، بیرونی افکارسے متاثر ہونے والے نظریات میں بہت سے ایسے تصورات بھی داخل ہوگئے جن پر فقہاء اور محدثین نے سخت

ترین اعتراضات کئے اور ان کے نقد پر کتابیں بھی لکھی گئیں، چنانچہ اس دور کے ناقدین میں امام غزالیؒ، ابن جوزیؒ اور ابن تیمیہؒ کے نام نمایاں ہیں۔

پانچواں دور: یہ دور آٹھویں صدی سے شروع ہوتا ہے اور اب تک جاری ہے۔اس دور میں تصوف کے مختلف سلسلوں کی نظریاتی بنیادیں مستحکم ہوئیں، اور وقت کے ساتھ ساتھ حالات کے پیش نظر ان میں کمی بیشی وترمیمات بھی ہوتی گئیں۔ان سلسلوں میں نئی نئی شاخیں بھی نکلتی گئیں، اور مختلف سلسلوں کے درمیان حریفانہ شکلیں بھی پیدا ہوئیں جنہوں نے کبھی کبھی رقابت کی شکل بھی اختیار کرلی۔

ان تمام ادوار کا جائزہ لینے سے یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ وہ تصوف جو احسان و زہد کی تعلیمات سے آراستہ تھا،دھیرے دھیرے اس کی اصل تعلیمات پر پردہ پڑتا گیا، آج بھی کچھ یہی صورت حال ہے۔ان سلسلوں نے جہاں پوری دنیا میں اسلام کو پھیلانے کا عظیم الشان کام انجام دیا ،وہیں کچھ اہل تصوف صوفی رنگ و سانچہ میں تو ڈھل گئے لیکن وہ صبغۃ اللہ کے رنگ سے خالی رہے۔

**احسان وتزکیہ۔وقت کی ضرورت :**

ان حالات میں جب کہ تصوف اپنی اصل سے ہٹ رہا تھا اور اس میں نہ صرف خارجی نظریات بلکہ غیر اسلامی نظریات بھی شامل ہو رہے تھے، اللہ کے ایسے بندے بھی پیدا ہوتے رہے جنہوں نے اپنی کاوشوں سے دین کی بدلتی صورت کی اصلاح کی اور عام ہوتی غلط تاویلات سے عوام کو محفوظ رکھا، اور اس دین کی طرف بار بار بلایا جو دراصل دین ابراہیمی و دین محمدی ﷺ ہے۔تجدید واحیائے دین کا یہ کام امت مسلمہ میں جاری رہا ، جس کے ذریعہ نئی ایمانی روح پھونکنے اور ایمان کو تازہ کرنے کے ساتھ ساتھ قلوب کی ایسی تربیت کی گئی کہ نہ صرف بندوں کا تعلق ان کے حقیقی خالق و مالک سے مضبوط ہوا ، بلکہ بندوں کا بندوں سے آپسی تعلق بھی ایمانی رشتہ اور انسانیت کی بنیادوں پر استوار ہوا۔اللہ کے بندوں کی اس اصلاح وتربیت میں عوام وخواص دونوں شامل ہیں، جہاں ان بزرگوں نے عوام میں خواہش نفس ، دنیا پرستی ، اور مال

واولاد کے فتنوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا کی، وہیں دوسری طرف انہوں نے خواص میں وہ ایمانی اور روحانی قوت پیدا کی جس نے ان کے اندر ظالم بادشاہوں اورجابر حکمرانوں کے سامنے حق گوئی و بے باکی کا مظاہرہ کرنے کا حوصلہ عطا کیا۔

ہر دور میں ایسی طاقتور اور جامع کمالات شخصیات کی ضرورت پیش آتی رہی جو مسلمانوں میں تلاوت آیات ، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفوس کا کام کریں۔اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد پیدا کئے۔بعد میں ان کے جانشینوں اور شاگردوں نے دعوت و تبلیغ میں اپنی زندگیاں وقف کردیں۔چنانچہ یہ عمل اخیر دور میں بھی انجام پاتا رہا۔اور آج دنیا کے ہر کونے میں اسلام کے ماننے والے اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا لوگ دیکھے جا سکتے ہیں۔

اسلام ہمیں 'عدل اور احسان' کی تعلیم دیتا ہے۔ہم امت وسط ہیں اور نبی محترم ﷺ کی زندگی ہمارے سامنے اسوہ ہے جس میں ہمیں ہر موڑ پر یہی تعلیم ملتی ہے کہ عدل اور توازن برقرار رکھا جائے، یہی ایک مسلمان کی پہچان ہونی چاہئے۔پس کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم تصوف کی حقیقت کو سمجھیں اور اپنی زندگیوں میں اصلاح باطن و تزکیہ نفوس کے لئے اس تصوف کو اپنائیں جو 'احسان اور زہد' کی تعلیم دیتا ہے۔آخری دور میں تصوف پر مرتب ہونے والے غیر اسلامی نظریات کی بنیاد پر اس تصوف کا یکسر انکار کردینا صحیح نہیں ہوگا جو اصلا احسان و تزکیہ ہے، اور نہ ہی یہ بات بھی صحیح ہوگی کہ ہم تصوف کے نام پر ہر ان نظریات کی بے جا حمایت کر جائیں جو باطل ہیں اور صرف اور صرف گمراہی کو بڑھاوا دے رہے ہیں۔یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں اپنائیں اور اسلام کی صحیح تعلیمات سے نسل نو کو آشنا کرتے رہیں۔

## حوالہ جات و حواشی

۱۔ سہروردی ، شہاب الدین، عوارف المعارف، اردو ترجمہ مولانا ابو الحسن ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص۷۹

۲۔ قشیری، عبد الکریم بن ھوازن، الرسالۃ القشیریہ فی علم التصوف، المکتبہ العصریہ، بیروت، سن اشاعت ۲۰۰۱ء، ص۲۷۹

۳۔ طوسی ، ابو نصر سراج، کتاب اللمع ، باب الکشف عن اسم الصوفیہ، ص ۴۰

۴۔ کلاباذی، ابوبکر محمد بن اسحاق، التعرف لمذہب اہل التصوف، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن اشاعت ۱۹۹۳ء، ص۲۲

۵۔ اصبہانی، ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیائ، ج۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت ، سن اشاعت ۱۹۸۸ء، ص۳۶۴

۶۔ انصاری، ڈاکٹر محمد عبد الحق ، تصوف اور شریعت ، جلد اول، نئ دہلی ، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، سن اشاعت ۲۰۰۸ء، ص ۵۵

۷۔ کلاباذی، ابوبکر محمد بن اسحاق ، التعرف لمذہب اہل التصوف، دار الکتب العلمیہ، بیروت ، سن اشاعت ۱۹۹۳ء،، ص۹۱

۸۔ قشیری، عبد الکریم بن ھوازن، الرسالۃ القشیریہ فی علم التصوف، المکتبہ العصریہ، بیروت ، سن اشاعت ۲۰۰۱ء، ص۲۸۲

۹۔ انصاری ، شیخ زکریا، شرح الرسالۃالقشیریہ ، دیکھئے: قادری ، سید احمد عروجڈاسلامی تصوف، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، نئ دہلی، ۲۰۱۳ ء، ج۱، ص۶۹

۱۰۔ اصبہانی، ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت ، سن اشاعت ۱۹۸۸ء، ج ۱۰، ص ۱۹۰

۱۱۔ اصبہانی، ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت ، سن اشاعت ۱۹۸۸ء، ج ۱۰، ص ۲۵۵

۱۲۔ جیلانی ، شیخ عبد القادر، فتوح الغیب، اردو ترجمہ ، ادارہ اسلامیات ، لاہور، ص ۱۰۱

۱۳۔ اصبہانی، ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء و طبقات الاصفیاء، دار الکتب العلمیہ، بیروت ، سن اشاعت ۱۹۸۸ء، ج ۱۰، ص ۳۰۲

۱۴۔ جیلانی ، شیخ عبد القادر، فتوح الغیب، اردو ترجمہ ، ادارہ اسلامیات ، لاہور، ص ۱۰۰

۱۵۔ جیلانی ، شیخ عبد القادر، فتوح الغیب، اردو ترجمہ ، ادارہ اسلامیات ، لاہور، ص۳۷

۱۶۔ ہجویری، عثمان بن علی ،کشف المحجوب،عربی ترجمہ ، مجلس اعلی للشوئن الاسلامیہ ، مصر، ۱۹۷۴ء، ص۲۳۵

۱۷۔ سورۃ البقرۃ : ۲۷۶

۱۸۔ سورۃ جمعہ : ۲

۱۹۔ بخاری، کتاب الایمان، حدیث نمبر ۵۰